دار الافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

بسم اللہ حامداً و مصلیاً

آج کل فاریکس (FOREX) اور کامیکس (COMEX) کے نام سے کاروبار کرنے والی کئی کمپنیاں وجود میں آئی ہیں۔ اس کاروبار کے طریقہ کار کی جو تفصیلات سامنے آئی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کاروبار کی وہ تمام تر صورتیں جو عام طور سے اختیار کی جاتی ہیں ناجائز ہیں۔

کاروبار کا طریقہ کار

ایک شخص دس ہزار ڈالر کمپنی میں جمع کرا کے اس سکیم کا رکن بن سکتا ہے۔ کمپنی والے پھر اس کی رہنمائی کرتے ہیں کہ وہ کب اور کونسی کرنسی یا جنس خرید لے کہ جس کو بعد میں فروخت کر کے نفع کی اُمّید کی جا سکتی ہے۔ ہر کرنسی یا شے کی خرید کی کم سے کم مقدار مقرر کی ہوئی ہے جس کو LOT یا کھیپ کہا جاتا ہے۔ مثلاً باسٹھ ہزار پانچسو برطانوی پاؤنڈ کی یا ایک لاکھ پچیس ہزار جرمن مارک کی ایک لاٹ ہوتی ہے۔ اشیاء و اجناس میں کپاس چینی اور گندم ہیں اور زر نقد میں سونا اور چاندی ہیں۔ سونے کی ایک لاٹ و کھیپ ایک سو اونس اور چاندی کی ایک لاٹ پانچ ہزار اونس پر مشتمل ہوتی ہے۔

جب آپ کسی کرنسی یا مذکورہ اشیاء میں سے کسی ایک کی کوئی ایک لاٹ خریدنا چاہیں اور کمپنی کو اپنا آرڈر دیں تو کمپنی ان جمع شدہ دس ہزار ڈالر میں سے دو ہزار ڈالر بطور بیعانہ یا تحفّظ کے مختص کر لیتی ہے اور آرڈر مرکزی دفتر کو پہنچا دیتی ہے جو آرڈر کی تکمیل

کر کے لاٹ کی خرید کی اطلاع دیتا ہے۔

یہ خرید بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک نقد جسکو SPOT یا CASH TRADING کہا جاتا ہے اور دوسری بیع سلم قسم کی جس کو FUTURE TRADING کہا جاتا ہے۔ نقد میں تو مبیع یعنی خریدی ہوئی شے پر فوری قبضہ مل سکتا ہے جبکہ FUTURE (یعنی بیع سلم میں) یہ طے پاتا ہے کہ بائع ایک مقررہ مُدّت بعد طے شدہ مہینے میں فلاں تاریخ کو وہ لاٹ مہیّا کرے گا۔ قیمت بھی طے کر لی جاتی ہے۔

اس کاروبار میں کمپنی کا کردار

کردار کی وضاحت ایک کمپنی EMPIRE RESOURCES نے اس طرح کی ہے۔

The objects for which the Company is established are as follows :-

1. To install, equipment, operate and provide facilities of communication through monitors and appratise link up to as a commission house between the clients and brokerage houses in the various financial trading centres of the world.

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کمپنی اپنے مؤکلین اور دُنیا کے مختلف تجارتی مراکز میں موجود دلالوں کے درمیان کمیشن ایجنٹ کے طور پر کام کرتی ہے

ہر سودا جو کمپنی کراتی ہے اس پر وہ پچاس یا ساٹھ ڈالر کمیشن لیتی ہے خواہ سودے میں مؤکل کو نفع ہو یا نقصان ہو یا نہ نفع ہو نہ نقصان ہو۔

پھر جو لاٹ خریدی اگر خریداری کے دن ہی فروخت کر دی گئی تو کمپنی صرف اپنی کمیشن وصول کرے گی اور اگر فروخت میں کچھ دن لگ گئے تو کمپنی کمیشن کے علاوہ پانچ یا چھ ڈالر یومیہ کے حساب سے سود وصول کرے گی۔ بعض صورتوں میں مؤکل کو سود ملتا ہے۔ ایمپائر ریسورسز EMPIRE RESOURCES کمپنی کی وضاحت یوں ہے۔

Interest / Premium are paid or charged basing on the number of days for a position trade.

کاروبار کی اقسام

قسم اوّل : SPOT/CASH TRADING

کمپنی کی اپنی وضاحت کے مطابق وہ اپنے مؤکلین اور دلّالوں کے درمیان رابطہ کراتی ہے اور کمیشن پر سودے کرواتی ہے۔ اس صورت میں سودا مؤکل اور تجارتی مرکز میں موجود دلال کے مابین ہوتا ہے، لیکن چونکہ مؤکل پوری رقم کی ادائیگی تو کرتا نہیں لہٰذا کرنسی اور سونے چاندی کی خرید کی صورت میں سودا دو وجہ سے ناجائز ہوا۔

(الف) یہ بیع الدین بالدین ہے بائع اور خریدار دونوں کی جانب سے قرض ہے کیونکہ نہ تو بائع نے خریدار کو خرید کردہ پر قبضہ دیا اور نہ ہی خریدار نے قیمت کی ادائیگی کی اور بیع الدین بالدین ناجائز ہے۔ باع فلوسا بمثلها أو بدراهم أو بدنانير فان نقد احدهما جاز وان تفرقا بلا قبض احدهما لم يجز (درمختار)

لانه يكون افتراقاً عن دين بدين وهو غير صحيح (ردالمختار ص۱۹۲ ج۴)

(ب) خرید پر جتنے دن گزریں گے خریدار یعنی مؤکل کو یومیہ کے حساب سے سود ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر اس کے برعکس ہم یہ فرض کرلیں کہ کمپنی خود لاٹ خرید لیتی ہو یا اس کے پاس موجود ہو تو پھر اس میں دو صورتیں ہیں۔

(i) کمپنی اپنے لیے خریدتی ہو اور پھر خود مؤکل کے ہاتھ فروخت کرتی ہو تو اس میں مذکورہ بالا بعینہ دونوں خرابیاں تو ہیں ہی تیسری خرابی یہ ہے کہ کمیشن بلاوجہ وصول کر رہی ہے۔

(ii) کمپنی مؤکل کے لیے خریدتی ہو اور اپنے پاس سے مکمّل ادائیگی کرکے بیع پر قبضہ کر لیتی ہو۔ اس صورت میں اگرچہ بیع الدین بالدین تو نہیں بنتی، لیکن سود سے بچاؤ تو اس میں بھی نہیں ہے۔

قسم ثانی : FUTURE TRADING

یہ اگرچہ بیع سلم کی صورت ہے لیکن اس میں بیع سلم کی بعض شرائط مفقود ہیں یعنی یہ کہ سودا طے پانے کی مجلس میں راس المال کی ادائیگی نہیں ہوتی۔

علاوہ ازیں بیع سلم میں یہ ضروری ہے کہ جب تک مسلّم فیہ (خرید کردہ سامان) پر قبضہ نہ ہو جائے اس میں کسی قسم کا تصرف نہ کیا جائے، لیکن زیرِ بحث کاروبار میں اصل یہی ہے کہ مسلّم

فیہ پر قبضہ کیے بغیر مہیّا کیے جانے کی تاریخ سے پیشتر ہی اس کو آگے فروخت کر دیا جاتا ہے۔

ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ (درمختار)

یہ خرابیاں اس صورت میں ہیں جب خرید کردہ چیز کرنسی یا اجناس واشیا ہوں۔ اور اگر خرید کردہ چیز سونا یا چاندی ہو تو اس میں تو بیع سلم جائز ہی نہیں کیونکہ بیع سلم مثمن میں ہوتی ہے ثمن میں نہیں۔

Futures contracts are firm commitments to make or accept delivery of a specified quantity and quality of a commodity during a specific month in the future at a price agreed upon at the time the commitment was made. The unique attraction of futures contracts is that they offer an efficient and affordable way of participating in the commodities markets without all the complications associated with owning the physical material - such as arranging for delivery, storage and insurance.

Less than three percent of all futures contracts traded each year result in delivery of the underlying commodity. Instead, traders generally offset their futures positions before their contract mature; realizing the profit, or loss, which is the difference between the initial purchase or sale price and the price of the offsetting transaction.

یہ ساری تفصیل تو اس صورت میں ہے جب مذکورہ کمپنیاں واقعی کچھ کاروبار کی صورت اختیار کرتی ہوں ورنہ تو ہمیں بہت زیادہ غالب گمان یہ ہے کہ یہ سب کچھ فرضی کارروائیاں اور لوگوں سے رقمیں اینٹھنے کے طریقے نکالے گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بقیہ: اصلاح مفاہیم

لیکن یہ کہ اس کا وقوع ہوتا ہے یا نہیں اس میں اکابر اُمّت مختلف ہیں فمنھم المثبت ومنھم النافی۔ لیکن جو مثبت بھی ہیں وہ اجازت نہیں دیتے کہ بعید سے ندا کرو اور نہ بعید سے دواماً سُننے کی کوئی دلیل ہے اور بلا دلیل شرعی ایسا اعتقاد رکھنا گو حقیقتاً شرک نہ ہو مگر معصیت اور کذب حقیقتاً اور شرک صورۃً ہے۔ معصیت ہونے کی یہ دلیل ہے ولا تقف ما لیس لک بہ علم اور کذب ہونا اس کی تعریف صادق آنے سے ظاہر ہے اور شرک صورۃً اس لیے کہ اوّل اعتقاد والوں کے ساتھ عادت میں تشبہ ہے اور اگر کسی بزرگ کی حکایت میں بطور کرامت کے ایسا امر منقول ہو تو صرف عادت سے دوام ثابت نہیں ہوتا البتہ قبر پر جا کر مجاز کے مرتبہ سے ان سے استمداد مثبتین کے نزدیک جائز ہے جبکہ اور کوئی مفسدہ عارضی نہ ہو جاوے۔ والا فلا (ص ۳۷۸ امداد الفتاوی، ج ۵)

"اصلاح مفاہیم" پر ایک نظر

(قسط: ۳)

مضامینِ علمیہ

کتاب "اصلاح مفاہیم" جو کہ تبصرہ کے لیے بھیجی گئی تھی اس پر تبصرہ کی پہلی قسط گزشتہ شمارہ میں شائع ہوئی تھی۔ یہ دوسری قسط ہے۔ قارئین پڑھ کر اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا کا مصداق ہے۔ یعنی یہ کہ اس میں نفع کم ہے اور نقصانات زیادہ ہیں۔ لہٰذا ہم اس کتاب کے ناشرین سے بجا توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی نشر و اشاعت سے لِلّٰہ فِی اللّٰہ اجتناب کریں گے

مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب

مبحث دوم: غیر اللہ یعنی انبیاء و اولیاء سے استمداد و استغاثہ

اس مسئلہ میں کتاب "اصلاح مفاہیم" کے مصنف نے جو عقیدہ و مذہب اختیار کیا ہے وہ اہلِ سنّت کے عقیدہ و مذہب سے یقیناً بالکل مختلف ہے۔ مصنف کے نزدیک غیر مقدور العبد امور میں جب نبی وغیرہ سے استغاثہ کیا جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا و سفارش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کی دُعا قبول کر کے ان کو حکم و اجازت دیتے ہیں کہ وہ اس قوت و قدرت تصرف سے جو اُن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے ہی سے حاصل ہے (یا اب حاصل ہوتی ہے) طلب و سوال اور فریاد کرنے والوں کی مرادیں پُوری کر دیں اور یہ کر دیتے ہیں۔

ذیل میں درج شُدہ اقتباسات مصنّف کے اسی عقیدہ و مذہب پر دلالت کرتے ہیں ہاں اتنی بات ہے کہ مصنف کسی ایک مقام پر کھل کر وضاحت اور دلائل کے ساتھ اپنے عقیدہ کو بیان نہیں کرتے۔ ان اقتباسات سے حاصل شُدہ اُمور کو ہم علیحدہ ذکر کر کے ان پر تفصیل سے کلام کریں گے۔

مصنف لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی یہ سوال کرے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے استغاثہ کرنا اور آپ کی حیات میں اپنے حال کا شکوہ کرنا اور طلب شفاعت و مدد اور جو بھی اس طرح کی چیزیں ہیں۔ وہ سب آپ کی حیاتِ طیبہ میں صحیح ہیں۔ آپ کی موت کے بعد کفر و شرک ہیں اور بعض وقت تسامح کرتے ہوئے غیر مشروع یا ناجائز ہیں۔

تو ہم اس کو یہ جواب دیتے ہیں اگر استغاثہ و توسل وغیرہ آپ کی حیات مبارکہ میں صحیح ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو سن لو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسّلام اور دیگر اللہ کے نیک بندے رضی اللہ عنہم اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد آپ سے استغاثہ و توسل کی صحّت کی دلیل فقیہ کے لیے صرف قیاس کافی ہے کہ وہ فقیہ حیات طیبّہ میں استغاثہ و توسل کی صحت پر قیاس کرلے کیونکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم حیی الدارین ہیں اور اپنی اُمت پر ہمیشہ عنایات فرماتے ہیں ... اور اُمّت کے بڑے بڑے اُمور میں اللہ کے حکم سے تصرف فرماتے ہیں"۔ (ص: ۱۸۵، اصلاح مفاہیم)

"حضرات صحابہ کرام سختیوں میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں فریاد کرتے تھے اور اپنے حال کا شکوہ کرتے اور آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے اور آپ سے دُعا کراتے پس نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تو ان سے نہیں فرمایا کہ تم نے شرک کیا اور کُفر کیا کیونکہ مجھ سے شکوہ کرنا اور دُعا کرانا جائز نہیں ہے ... بلکہ آپ کھڑے ہو جاتے اور مانگنا شروع کر دیتے اس کے ساتھ وہ حضرات یہ بخوبی جانتے تھے کہ حقیقتہً دینے والی اور روکنے والی اور باسط و رزاق ذات اللہ جل شانہ ہی ہے اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے حکم اور فضل سے عطا فرماتے تھے۔ اسی کو فرمایا

انما انا قاسم واللہ یعطی

ان تکفیر کرنے والوں کا ایک باطل دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ انبیاء اور صلحاء مرحومین سے ایسی چیز طلب کرتے ہیں جس کا عطا کرنا صرف اللہ پاک ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ایسی طلب شرک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی عادات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ لوگ تو اُن سے یہ طلب کرتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ سے حاجت روائی

میں سبب بنے ہیں۔ دُعاء و توجہ کے ذریعہ سے جیسا کہ مزید وغیرہ کے قصے سے ثابت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی تھی اور اُن کا وسیلہ پکڑا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُن کی بات مان کر دلداری فرمائی تھی اور اللہ کے حکم سے اُن کی مرادیں پوری فرمادی تھیں اور ان میں سے کسی کو بھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کیسی بات کہی یہ تو شرک ہوگیا۔ یہی حکم دوسری خوارق عادت چیزیں طلب کرنے کا بھی ہے جیسے بدوں دوا کے پُرانے مرض کو ٹھیک کر دینا اور ضرورت کے وقت بدوں بادل کے بارش برسوا دینا۔ بعض اشیاء کی حقائق کو بدل دینا اور انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا۔ کھانے کا زیادہ ہوجانا وغیر ذلک۔ یہ اشیاء بھی عادۃً انسان کے بس کی نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عند الطلب ایسا فرما دیا کرتے تھے اور اُن سے یہ نہ فرماتے تھے کہ تم نے شرک کیا، اسلام و ایمان کی تجدید کرو، کیونکہ تم نے مجھ سے ایسی چیز طلب کی جس پر صرف اللہ پاک ہی کو قدرت ہے . . .

اور اس مقام کی وضاحت یہ ہے . . . کہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ سے اپنی حاجات کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کرتے ہیں اور شفاعت و سفارش پر اللہ جل شانہ نے قدرت دی ہے۔ اور بفرضِ محال اگر کوئی یوں کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی مجھے شفاء دیجئے اور میرا قرض ادا کر دیجیے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شفاء و قضاء دین کے سلسلہ میں اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں سفارش کر دیں اور دُعا کر دیں اور دُعا و سفارش پر اللہ جل شانہ نے ان کو قدرت دی ہے۔

یہی ہمارا عقیدہ ہے اس قسم کے اقوال کے بارے میں کہ یہ نسبت فعل بطور مجاز عقلی کے ہے اور اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا۔

سبحٰن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ــــ (یٰسین پارہ ۲۳) پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز جوڑا جوڑا پیدا کی جو زمین اُگاتی ہے۔" (ص ۱۸۹ تا ص ۱۹۱ اصلاح مفاہیم)

"اللہ ہی سے سوال کرنا اور مدد طلب کرنا چاہیے۔ یہ جملہ بھی مشہور حدیث جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے کا ایک حصّہ ہے اور حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً

روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

(اس کا) صحیح مطلب یہ ہے کہ اس حدیث پاک سے مقصود سوال و استعانت و استغاثہ ماسوی اللہ سے کرنے سے روکنا اور منع کرنا نہیں ہے جیسا کہ اس کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آدمی غفلت سے رُک جائے اور اس سے غافل ہو جاتے۔ اسباب کے اختیار کرنے سے جو خیر حاصل ہوتی وہ غیر اللہ کی طرف سے ہے بلکہ وہ اللہ جل شانہ کی ہی طرف سے ہے اور مخلوقات کے قبضہ میں جو بھی نعمتیں وغیرہ ہیں وہ بھی اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ جب تو اے مخاطب مخلوقات میں سے کسی سے استعانت وغیرہ کا ارادہ کرے تو اللہ جل شانہ کی ذات پر پورا اعتماد و بھروسہ رکھ اور یہ اسباب تجھ کو مسبب الاسباب اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہونے سے غافل نہ کر دیں۔"

(ص ۱۹۱، ص ۱۹۲)

"اور رہ گیا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قول واذا سألت فاسئل اللہ تو اس میں بھی سوال عن الغیر کی ممانعت اور توسل کے عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں اور جو کوئی اس سے توسل اور سوال عن الغیر کی ممانعت و عدمِ جواز سمجھتا ہو تو وہ غلط سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو مغالطہ میں ڈالتا ہے۔ اس لیے کہ جو شخص انبیاء و صالحین کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر طلب خیر اور دفع شر چاہتا ہے تو وہ اللہ پاک ہی سے ان اشیاء کو طلب کر رہا ہے لیکن کسی کے وسیلہ سے چاہ رہا ہے اور وہی سبب اختیار کر رہا ہے جس کو قضاء حوائج کے لیے اللہ جل شانہ نے سبب بنایا ہے اور جو اللہ کے حکم سے کسی سبب کو اختیار کرتا ہے تو کون کہتا ہے کہ وہ سبب سے مانگتا ہے بلکہ یہ تو مسبب الاسباب سے مانگنا ہوا، تو کوئی اگر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہتا ہے کہ میری بینائی لوٹ آتے یا میری ہیبت دُور ہو جاتے یا میرا مرض ختم ہو جاتے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیزیں اللہ ہی سے مانگتا ہے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سفارش سے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ میرے لیے فلاں چیز کی دُعا کر دیں یا سفارش کر دیں۔ بس اتنا فرق ہے کہ دوسرا زیادہ صریح ہے اور پہلا کم صریح ہے . . .

اگر وہ یہ کہیں کہ ممنوع تو ان انبیاء و صلحاء سے سوال ہے جو اپنی قبور میں عالم برزخ میں ہیں۔ کیونکہ وہ سوال کے پورا کرنے پر قادر نہیں تو اس کا ماقبل میں مفصل رد ذکر کر آئے ہیں... عام مومنین تو ان کی حیاتِ برزخیہ میں علم و سماع و قدرت علی الدعاء اور جو تصرفات اللہ پاک چاہیں حاصل ہیں تو انبیاء اور دیگر صلحاء اہلِ برزخ کا تو کہنا ہی کیا۔"

(ص۱۹۴ تا ص۱۹۶)

"... (ایک حدیث میں) آپ نے فرمایا مجھ سے استغاثہ نہیں کیا جاتا صرف اللہ جل شانہ، سے استغاثہ کیا جاتا ہے۔

تو ہم یہ کہیں گے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس قول سے مراد اصل اعتقاد میں توحید کی حقیقت کو ثابت کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ حقیقۃً مغیث صرف اللہ جل شانہ ہی ہیں اور بندہ تو اس میں صرف واسطہ ہے یا پھر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ سکھایا ہے بندے سے وہ چیزیں طلب نہیں کرنی چاہئیں جس پر بندہ قادر نہیں ہے، جیسا کہ فوز بالجنۃ والنجات من النار اور ایسی ہدایت جو گمراہی سے بچانے والی ہو اور خاتمہ بالخیر کی ضمانت وغیرہ۔" (ص۱۹۷ اصلاح مفاہیم)

"اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے استعانت و استغاثہ کرتے تھے اور شفاعت طلب کرتے تھے اور فقر و مرض، بلاء و قرض و بے بسی کی حالت کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیان کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بذاتِ خود ان امور کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہ، کی عطا کردہ قوت و قدرت سے پورا فرما دیا کرتے تھے۔" (ص۲۰۱ اصلاح مفاہیم)

"... ایک اور جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سوال کرتے ہیں تو آپ ان کی حاجت برآری فرماتے ہیں بلکہ ایک موقع پر دو معاملوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا فرماتے ہیں کہ یا تو مصیبت پر صبر کر لو تو میں جنّت کی ضمانت دیتا ہوں یا مصیبت کو فوراً ختم کیے دیتا ہوں جیسا کہ نابینا صحابی رضؓ کے ساتھ معاملہ پیش آیا۔ اور اس اس عورت کے ساتھ پیش آیا جس کو مرگی ہوئی تھی اور حضرت قتادہ رضؓ جن کی بینائی زائل ہو گئی

تھی اُن کو بھی اختیار دیا گیا . . .　　(ص۲۰۱ اصلاح مفاہیم)

"اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ہمارا عقیدہ بحمد اللہ بالکل پاک و صاف ہے۔ بس بندہ خود تو کچھ بھی نہیں کر سکتا اس کا مرتبہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے۔ حتّٰی کہ خود افضل الخلق نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی خود کچھ نہیں کر سکتے۔ اعطاء ومنع، نفع وضرر، اجابت واعانت سب کچھ اللہ جل شانہ، ہی کے حکم واجازت سے کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی آپ سے مدد طلب کرتا ہے تو آپ اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے ربّ سے طلب فرماتے ہیں اور آپ کی طلب و دُعا مقبول ہوتی ہے تو آپ اللہ سے مانگ کر عطا فرماتے ہیں۔"　　(ص۲۰۲ اصلاح مفاہیم)

مصنّف کی کتاب سے پیش کردہ مندرجہ بالا اقتباسات سے جو اُمور حاصل ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ اہلِ قبور سے استمداد جائز ہے اور انبیاء واولیاء سے اس طرح دُعا کرنا جائز ہے کہ مجھے شفا دیجیے اور میری بینائی لوٹا دیجیے۔

۲۔ اہلِ قبور سے اس طرح استمداد جائز ہے کہ یوں کہے کہ میرے لیے فلاں چیز کی دُعا کر دیں یا سفارش کر دیں ان دو اُمور سے متعلّق کتاب کے حوالجات کو ایک مرتبہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیے۔

"اگر کوئی یہ سوال کرے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے استغاثہ کرنا اور آپ کی خدمت میں اپنے حال کا شکوہ کرنا اور طلب شفاعت ومدد اور جو بھی اس طرح کی چیزیں ہیں وہ سب آپ کی حیاتِ طیّبہ میں صحیح ہیں۔ آپ کی موت کے بعد کفر وشرک ہیں اور بعض وقت تسامح کرتے ہوئے غیر مشروع وناجائز ہیں۔

تو ہم اس کو یہ جواب دیتے ہیں اگر استغاثہ وتوسل وغیرہ آپ کی حیاتِ مُبارکہ میں صحیح ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو سُن لو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسّلام اور دیگر اللہ کے نیک بندے رضی اللہ عنہم اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد آپ سے استغاثہ وتوسل کی صحت کی دلیل فقیہ کے لیے صرف قیاس کافی ہے . . . الخ

"تو کوئی اگر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ کہتا ہے کہ میری بینائی لوٹ آئے یا میری مصیبت دُور ہو جائے یا میرا مرض ختم ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیزیں اللہ ہی سے مانگتا

ہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سفارش سے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ میرے لیے فلاں چیز کی دُعا کر دیں یا سفارش کر دیں۔"

"اور بفرضِ محال اگر کوئی یوں کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی مجھے شفا دیجیے اور میرا قرض ادا کر دیجیے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شفاء و قضاء دین کے سلسلہ میں اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں سفارش کر دیں اور دُعا کر دیں۔

۳۔ انبیاء و اولیاء کو تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہے۔ اس کے لیے اقتباس ملاحظہ ہوں:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے استعانت و استغاثہ کرتے تھے اور شفاعت طلب کرتے تھے اور فقر و مرض، بلاء و قرض و بے بسی کی حالت کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیان کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بذاتِ خود ان اُمور کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہٗ کی عطا کردہ قوّت و قدرت سے پُورا فرما دیا کرتے تھے۔" (اصلاح مفاہیم، ص۲۰)

"... اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے جو اُن کو دُعاء و تصرف وغیرہ کی قدرت دے رکھی ہے۔ اس کے ذریعے سے اللہ پاک کی بارگاہ میں مطلوب کے حصول کا ذریعہ بنے۔"

(ص۱۷۸ اصلاح مفاہیم)

۴۔ خرقِ عادت چیزیں طلب کرنے پر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اُن کو پُورا کروانے پر قادر تھے۔

"وہی حکم دوسری خوارقِ عادت چیزیں طلب کرنے کا بھی ہے جیسے بدوں دوا پُرانے مرض کو ٹھیک کر دینا اور ضرورت کے وقت بدوں بادل کے بارش برسوا دینا، بعض اشیاء کی حقائق کو بدل دینا اور اُنگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا۔ کھانے کا زیادہ ہو جانا وغیر ذٰلک یہ اشیاء بھی عادۃً انسان کے بس کی نہیں، لیکن نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم عند الطلب ایسا فرما دیا کرتے تھے اور اُن سے یہ نہ فرماتے تھے کہ تم نے شرک کیا، اسلام و ایمان کی تجدید کرو۔

اس مقام کی وضاحت یہ ہے ... کہ لوگ انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء رحمہم اللہ سے اپنی حاجات کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں شفاعت و سفارش پر اللہ جل شانہٗ نے قدرت دی۔"

ہم مصنّف کے کلام سے حاصل شُدہ ان اُمور اربعہ کے بارے میں صحیح نقطہ نظر پیش

کرتے ہیں۔

اہلِ قبور انبیاء و اولیاء سے اس طرح استمداد و استغاثہ کہ مجھے شفا دیجیے اور میری بینائی لوٹا دیجیے۔

فتاوٰی رشیدیہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی تصدیق کے ساتھ جو فتوٰی موجود ہے اس میں یہ ہے "استمداد تین قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ اہلِ قبور سے مدد چاہے۔ اسی کو سب فقہاء نے ناجائز لکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں خدائے تعالٰی سے دعا کر کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے یہ مبنی اوپر مسئلہ سماع کے ہے۔ جو سماع موتی کے قائل ہیں اُن کے نزدیک درست دوسروں کے نزدیک ناجائز . . . انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنٰی کیا کہ اُن کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ تیسرے یہ کہ دعا مانگے الٰہی بحرمت فلاں میرا کام پورا کر دے یہ بالاتفاق جائز ہے اور تمام شجروں میں موجود ہے . . ." (صلا فتاوی رشیدیہ۔ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

اور خود مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی اپنی تحریر جو اس بارے میں ہے وہ یہ ہے۔

"وہ استعانت جو کفر ہے وہ یہ ہے کہ تم میرا کام کر دو اور یہ کہ دعا کرو کہ میرا کام حق تعالٰی کر دیوے کفر نہیں مگر جو منکرِ سماع ہیں وہ منع کرتے ہیں بسبب لغو ہونے کے اور عدم ثبوت کے سُنت سے اور مجوزین جائز کہتے ہیں۔ بسبب سماعت کے ثبوت کے اُن کے نزدیک اور ثبوت اس کی اصل کے۔ پس یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔" (صک فتاوی رشیدیہ)

انبیاء و اولیائے کرام سے اس طرح دعا کرنا کہ آپ میرا یہ کام کر دیں۔ اولاد عطا فرمائیں نوکری پر لگائیں وغیرہ کے بارے میں فتاوٰی رحیمیہ میں ارشاد الطالبین سے نقل ہے۔

"دعا از اولیاء، مردگان یا زندگان واز انبیائے کرام جائز نیست۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمود الدعاء ھو العبادۃ"

یعنی مخلوق سے اس طرح دُعا کرنا جائز نہیں ہے۔ دُعا عبادت ہے اور عبادت خاص خدا پاک کے لیے ہے۔ مخلوق کے لیے جائز نہیں حرام ہے۔

اسی طرح مجالس الابرار سے نقل کرتے ہیں۔

والاستغاثۃ بھم وسوالھم النصر یعنی اہل قبور سے فریاد کرنا اور ان سے

والرزق والعافية والولد وقضاء الديون و تفريج الكربات و غير ذلك من الحاجات التى كان عباد الاوثان يسئلونها من اوثانهم وليس شئ منها مشروعا باتفاق ائمة المسلمين

مدد اور روزی اور تندرستی اور اولاد اور ادائے قرض اور مصیبتوں سے نجات کی دعا کرنا ان کے علاوہ اور قسم کی حاجتیں مانگنا جیسے کہ بت پرست اپنے بتوں سے مانگتے تھے، تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی جائز نہیں۔

محدّث علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فان منهم من قصد بزيارة قبور الانبياء والصلحاء ان يصلى عند قبورهم يدعو عندها و يسألهم الحوائج و هذا لا يجوز عند احد من علماء المسلمين فان العبادة و طلب الحوائج والاستغاثة لله وحده۔

کچھ وہ ہیں جنکا مقصد انبیاء اور صلحاء کے مزارات کی زیارت کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ وہ ان مزارات کے پاس نماز پڑھیں اور اپنی حاجتیں مانگیں۔ علمائے اسلام میں سے کوئی بھی نہیں جو اس کو جائز قرار دے کیونکہ عبادت کرنا اور حاجتیں مانگنا اور مدد چاہنا صرف اللہ سے ہی ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ مخصوص ہے"۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۳/۳)

یہ اقتباسات مطلق ہیں یعنی کسی طرح سے بھی اہلِ قبور سے اس قسم کی حاجات نہیں مانگی جاسکتیں اور ان سے اس قسم کی استعانت اور ایسا استغاثہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں اس اعتبار کا بھی لحاظ نہیں کیا گیا کہ غیر اللہ سے طلب محض مجازاً ہے حقیقۃً نہیں اور ان الفاظ کے ذریعہ طلب سے غرض یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کردیں گے لہذا اب اصلاح مفاہیم کے مصنّف و مترجم اور ناشرین دیکھ لیں کہ وہ کس چیز کی تعلیم دے رہے ہیں۔

پھر اصلاح مفاہیم کے مصنّف نے اسی پر تو اکتفا نہیں کیا۔ اگرچہ جیسا ہم آگے بتائیں

گے اس خیال میں مفسدہ موجود ہے۔ بلکہ وہ تو اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ پاک نے ان کو تصرف وغیرہ کی قدرت دے رکھی۔ دیکھئے اصلاح مفاہیم ص ۱۴۸

اب کوئی مصنف سے پوچھے کہ جب آپ انبیاء واولیاء جو کہ دنیا سے گزر گئے ان کے لیے تصرف کی قدرت مانتے ہیں۔ تو اُن سے سوال واستغاثہ کرنے والے کے لیے کیا چیز مانع ہے کہ وہ ان ہی کو اپنی ضروریات پوری کرنے پر قادر سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنے کی ضرورت ہی نہ سمجھے خواہ وہ تصرف و قدرت اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہونے کا عقیدہ رکھے۔

مولانا یوسف لودھیانوی مدظلہ لکھتے ہیں۔

"دوسری غلطی ان لوگوں سے یہ ہوئی کہ اُنھوں نے یوں سمجھ لیا کہ جس طرح شاہانِ دُنیا کچھ مناصب و اختیارات گورنروں ماتحت افسروں کو تفویض کر دیتے ہیں اور اس تفویض کے بعد اُنہیں زیرِ اختیار معاملوں میں بادشاہ سے رجوع کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ان اُمور میں خود ہی فیصلے کیا کرتے ہیں کچھ یہی صورت حق تعالیٰ شانہ' کی بادشاہی میں بھی ہوگی۔ اس نے بھی اس کائنات میں تصرف کے کچھ اختیارات نبیوں ولیوں، اماموں اور شہیدوں کو عطا کر دیے ہیں اور خدائی کے جو محکمے باعطائے الٰہی ان بزرگوں کے سپرد کر دیے گئے ہیں وہ ان میں خود مختار ہیں جو چاہیں کریں اور جس کو چاہیں دیں یا نہ دیں۔

لیکن . . . اس کے برعکس حق تعالیٰ شانہ' کی شان یہ ہے کہ اسے کائنات کے ایک ایک ذرے کا علم بھی ہے اور اس پر قدرت بھی۔ کائنات کی کوئی چھوٹی بڑی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کے حکم قضاء قدر سے آزاد ہے۔ حق تعالیٰ شانہ' کا علم اس کا ارادہ اس کی حیثیت اس کی قدرت اور اس کی تکوین زمین و آسمان کی ایک ایک چیز پر حاوی اور کائنات کے ایک ایک ذرے کو محیط ہے۔ درخت کا ایک پتہ بھی اسی کے علم و ارادہ اور حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا ہے۔ اس لیے وہ کائنات کا نظام چلانے کے لیے کسی وزیر کسی نائب اور کسی معاون کا محتاج نہیں نہ اس کے نظام میں اس کا کوئی شریک ہے نہ ہو سکتا ہے نہ اُس نے کائنات میں تصرف کے اختیارات کسی کو عطا کیے ہیں نہ خدائی اختیارات کسی کو عطا کیے جا سکتے ہیں . . .

الغرض وسیلہ پکڑنے کے یہ معنی کہ ہم بزرگوں کی خدمت میں عرضیاں پیش کیا کریں اور اُن

سے اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگا کریں بالکل غلط اور قطعاً ناروا ہے۔ قرآن کریم نے مخلوق کو پُکارنے اور اُس سے دُعائیں مانگنے کو سب سے بدترین گمراہی قرار دیا ہے۔

بزرگوں سے مرادیں مانگنا اور اُن سے اپنی حاجات کے لیے دُعائیں کرنا اس لیے بھی غلط ہے کہ دُعا ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے۔

الدعاء مخ العبادة (ترمذی) دُعا عبادت کا مغز ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

الدعاء هو العبادة ثم قرأ

دُعا ہی اصل عبادت ہے۔ یہ ارشاد فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ آیت پڑھی اور تمہارے رب نے فرمایا کہ تم مجھ سے دُعا کرو مَیں تمہاری دُعا سُنوں گا۔

... بہرحال جب یہ معلوم ہُوا کہ دُعا نہ صرف عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز اور خلاصہ ہے تو حق تعالیٰ کے سوا جس طرح کسی اور کی عبادت جائز نہیں اسی طرح کسی بزرگ ہستی سے دُعائیں کرنا اور مرادیں مانگنا بھی روا نہیں اس لیے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی رحؒ فرماتے ہیں۔

دعا از اولیائے مردگان یا زندگان و از انبیاء جائز نیست۔ فوت شدہ یا زندہ بزرگوں سے اور انبیائے کرام علیہم السّلام سے دُعائیں مانگنا جائز نہیں۔

(ص ۴۲ تا ص ۴۷ اختلاف اُمت اور صراط مستقیم)

ہماری ان معروضات سے اصل مسئلہ کی حقیقت اور مصنف اصلاحِ مفاہیم کی غلطی خُوب واضح ہو چکی۔ البتہ اب ہم مصنّف کی اس کمزور بُنیاد کو بھی کھولتے ہیں۔ مصنف کہتے ہیں۔

" یہی ہمارا عقیدہ ہے اس قسم کے اقوال کے بارے میں کہ یہ نسبت فعل بطور مجاز عقلی کے

ہے اور اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔" (ص ۱۹۱ اصلاح مفاہیم)

نیز یوں بھی لکھتے ہیں۔

ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ پاک نے بندوں کو اور ان کے افعال کو پیدا کیا۔ اللہ کے علاوہ کسی کا کوئی اختیار نہیں نہ کسی زندہ کا اور نہ کسی مردہ کا، اور اللہ پاک کے ساتھ فعل و ترک اور رزق و زندہ کرنے اور مارنے میں کوئی شریک نہیں۔ مخلوق میں سے کوئی بھی مستقل طور پر کسی بھی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قادر نہیں چاہے اکیلے چاہے اللہ کے ساتھ شریک ہو کر یا غیر اللہ کے ساتھ شریک ہو کر۔ تمام جہانوں میں تصرف کرنے والی ایک اللہ سبحانہ کی ذات ہے کوئی بھی کسی چیز کا مالک نہیں مگر یہ کہ اللہ پاک مالک بنا دیں اور تصرف کی اجازت دے دیں، اپنی ذات کے لیے بھی نفع و ضرر حیات و موت اور مرنے کے بعد اُٹھنے کا کوئی مالک نہیں ہے اِلّا ماشاء اللہ۔ اللہ کے حکم سے نفع و ضرر اس حد میں محدود اور اس قید کے ساتھ مقید ہے اور نفع و ضرر وغیرہ کی مخلوق کی طرف نسبت سبب اور کسب کے اعتبار سے ہے نہ کہ خلق و ایجاد و تاثیر و علّت و قوّت وغیرہ کے اعتبار سے اور حقیقت میں یہ نسبت مجازی ہے نسبت حقیقی نہیں ہے۔" (ص ۱۷۴، ص ۱۷۵ اصلاح مفاہیم)

ہم کہتے ہیں کہ جب ص ۱۷۸ پر مصنّف خود یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے جو ان کو... تصرف وغیرہ کی قدرت دے رکھی ہے تو اب مصنّف کا یہاں یہ کہنا کہ "مگر یہ کہ اللہ پاک مالک بنا دیں اور تصرف کی اجازت دے دیں" تو اس سے یہ نتیجہ بلا تکلّف نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات (انبیاء و اولیاء) کو کچھ تصرف کی قدرت اور اجازت دے رکھی ہے اور کسی سائل کی حاجت روائی کے لیے ان کو مزید کسی اذن الٰہی کی ضرورت نہیں۔

یہ عقیدہ بدیہی طور پر غلط ہے جیسا کہ اختلاف اُمّت اور صراط مستقیم کے حوالجات سے ہم ظاہر کر چکے ہیں اور مصنّف کا یہ کہنا نفع و ضرر وغیرہ کی مخلوق کی طرف نسبت سبب اور کسب کے اعتبار سے ہے نہ کہ خلق و ایجاد و علّت و قوّت وغیرہ کے اعتبار سے مصنّف کو کچھ مفید نہیں کیونکہ تصرف کی قدرت مستقلاً حاصل ہونے کے بعد مخلوق کی طرف تصرف کی نسبت مجازی نہیں حقیقی ہوتی ہے اگرچہ خالق تو ہر حال میں ہر فعل کے اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں

دیکھیے کہ مجھے اپنی زندگی میں تصرفات کرنے کی قدرت حاصل ہے اس کی وجہ سے ان تحت القدرت تصرفات کی نسبت حقیقی طور سے میری طرف کی جاتی ہے اور یہ کہہ کر اس نسبت کی قوت و مسئولیت کو نہیں گھٹایا جاسکتا کہ میرے افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔

البلاغة الواضحة میں مجاز عقلی کی تعریف یُوں کی ہے۔

المجاز العقلی هو اسناد الفعل أو ما فی معناه الی غیر ما هو له لعلاقة مع قرینة مانعة من ارادة الاسناد الحقیقی۔

(ترجمہ: یہ فعل یا شبہہ فعل کی صاحب فعل کے غیر کی طرف کسی تعلق و علاقہ کی بنا پر اسناد کو کہتے ہیں جبکہ اسناد حقیقی سے مراد لینے سے مانع قرینہ بھی موجود ہو)

انبت الربیع البقل (موسم بہار نے سبزہ اُگایا) میں موسم بہار کی طرف اسناد مجاز عقلی ہے کیونکہ قرینہ موجود ہے کہ موسم بہار کو اُگانے کا تصرف کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہے بلکہ اس کو تو فقط یہ تعلق و علاقہ حاصل ہے کہ وہ انبات کا زمانہ ہے۔

اس کے برخلاف جب یہ کہا جائے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تصرف کرنے کی قدرت حاصل تھی (یا وقت پر دے دی جاتی تھی)، تو پھر یہ کہنا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شفا دی وغیرہ تو اس میں اسناد حقیقی مراد لینے سے کوئی بھی تو مانع موجود نہیں، لہٰذا اس میں اسناد صاحب فعل کی طرف ہے اور اسناد حقیقی ہے مجاز عقلی نہیں۔

ایک صورت اور ہے وہ یہ کہ کسی مخلوق کے لیے تصرف کی قدرت و اجازت کا ثابت ہونا تو نہ مانا جائے، البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں کسی کو کوئی تصرف کرنے کا اذن دے دیں۔ اور اس کام کے بعد اس تصرف کی قدرت کو معدوم سمجھا جائے، لیکن اِذن کب دیتے ہیں؟ اس کا کچھ علم نہیں بلکہ یہ بھی علم نہیں کہ دیں گے بھی یا نہیں۔ ایسی صورت میں یعنی مستقل قدرت حاصل نہ ہونے کی صورت میں مخلوق کی طرف نسبت مجازی ہوگی، لیکن اس صورت میں بھی وہ خطابات جن کو مصنف جائز قرار دیتے ہیں صحیح نہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس مجازی استمداد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"دوم متصرف بالاذن اور ان خطابات پر مطلع بالمشیة سمجھنا۔ یہ شرک تو کسی حال میں نہیں

(باقی صفحہ ۴۵ پر)